پانی کا مسئلہ اور قرآن

سلطان احمد اصلاحی

پانی، اللہ سبحانہ وتعالٰی کی قدرت کاملہ کا عظیم ترین عطیہ جس کی اہمیت اور ضرورت ہر زمانے میں معروف اور مسلم رہی ہے۔ لیکن موجودہ دور میں بہت سے پہلوؤں سے اس کی طلب میں شدت اور اس کی احتیاج میں وسعت پیدا ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہا جانے لگا ہے کہ آنے والے دنوں میں اگر دنیا میں خدانا کردہ کوئی تیسری عالمی جنگ (World War) ہوئی تو وہ کسی اور نہیں بلکہ اسی پانی کے مسئلے پر ہوگی۔ چنانچہ آج کی دنیا میں پینے کا صاف پانی (Potable water) انسانیت کا شاید سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔[1] غریب، کمزور اور افلاس کی سطح سے نیچے رہنے والے دنیا کے عظیم ترین طبقے کو چھوڑیے کہ وہ تو اس نعمت سے محروم ہے ہی، متوسط طبقے کی خوش حال آبادی کے بہت بڑے حصے کو بھی روزمرہ کی یہ اہم ترین ضرورت سہولت اور فراوانی کے ساتھ دستیاب نہیں ہے۔[2] کہیں سطح آب کے نیچے چلے جانے کا مسئلہ ہے تو کہیں پانی کی پہلی سطح آلودہ ہوگئی ہے۔[3] کہیں کوئی ملٹی نیشنل کمپنی اپنی فیکٹری اور کارخانے کے زہریلے فضلے کو براہ راست زمین میں اتار کر غریب آدمی کی پہنچ کی سطح آب کو مسموم کر رہی ہے۔[4] ندیوں اور دریاؤں کا الگ سے برا حال ہے جو بڑے شہروں کے صنعتی فضلوں اور ان کے گندے نالوں کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں۔ چنانچہ ان کا پانی انسان تو کیا جانوروں کے بھی پینے کے قابل نہیں رہ گیا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر وہ کھیتی کی سینچائی کے بھی قابل نہیں رہ گیا ہے۔ آگرہ کے آگے جمنا ندی کا یہی کچھ حال ہے کہ جانور اس کا پانی پییں تو وہ مر جائیں اور کھیت کی اس سے سینچائی کر دی جائے تو وہ اوسر میں تبدیل ہو جائے۔[5] اپنے ملک اور معاصر دنیا کے اس منظر نامے میں دیکھنا ہے کہ اللہ کی آخری کتاب -قرآن- اس مسئلہ کو کس نظر سے دیکھتی ہے اور اس کے حل کے سلسلے میں ہماری کیا رہنمائی کرتی ہے۔

پانی کی اصلیت اور اس کی حقیقت

اس سلسلے میں پہلی چیز پانی کی اصلیت اور اس کی حقیقت ہے جس کی طرف اللہ کی آخری کتاب ہمیں بار بار متوجہ کرتی ہے۔ انسان کے رویے میں اس کے ذہن اور فکر کو بہت دخل ہوتا ہے۔ اسی کی روشنی میں وہ کسی چیز کو برتتا اور اس سے معاملت کی نوعیت کو متعین کرتا ہے۔ دنیا کی دوسری بہت ساری نعمتوں کی طرح پانی کے سلسلے میں بھی انسانوں کی عظیم ترین اکثریت غفلت کی شکار ہے۔ جو لوگ ملحد اور خدا کے منکر ہیں ان کو چھوڑ یے جو خدا کے قائل اور اس کو مانتے ہیں ان کا بھی تصور خدا چونکہ شرک آمیز ہے اس لیے اس نعمت کو برتتے ہوئے زندگی میں ان کی طرف سے اس احسان مندی اور شکر گزاری کا اظہار نہیں ہوتا جو فی الواقع ان کی طرف سے ہونا چاہیے۔ بارش اچھی ہو جائے تو اس کو اندر دیوتا کی مہربانی اور سوکھا پڑ جائے تو اس کو ان کی ناراضگی کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام سے پہلے عرب کے سماج کا بھی یہی کچھ حال تھا۔ وہ لوگ بھی بارش کو مختلف نکھتروں سے منسوب کرتے اور اس کو انہی کی مہربانی کا نتیجہ مانتے تھے۔ چنانچہ ان کا کہنا تھا کہ جو نبی ﷺ کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے کہ:

مطرنا نبوء کذا و کذا[۶]	فلاں فلاں نکھتروں کی وجہ سے بارش کی یہ دولت ہم کو حاصل ہوتی ہے۔

قرآن کا ماننا اس کے برعکس ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ بارش جو زمین پر انسان کے لیے پانی کے حصول کا بے بدل ذریعہ ہے، جس سے اس کے پینے اور کھانے دونوں کی ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے، یہ اپنے بندوں پر ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاص عنایت کی مظہر ہے۔ سورۂ نحل میں ہے:

هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّكُم مِّنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ. يُنبِتُ لَكُم بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِن كُلِّ	وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو آسمان سے پانی اتارتی ہے جس سے تمہارے لیے پینے کا پانی ملتا اور وہ پیڑ پودے تیار ہوتے ہیں جس میں تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ (پھر)

الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِیْ ذَلِکَ لآیَۃً لِّقَوْمٍ یَتفَکَّرُونَ. (نحل:۱۰-۱۱)

وہ اسی کے ذریعہ تمہارے لیے کھیتی، زیتون، کھجور، انگور اور ہر طرح کے پھلوں کے درخت اگاتا ہے۔ بلاشبہ اس کے اندر ایک اللہ کی وحدانیت کا ثبوت ہے ان لوگوں کے لیے جو صحیح طریقے سے غور فکر کرتے ہیں۔

بارش کے پانی سے انسان کو جو فوائد حاصل ہوتے ہیں ان آیات کریمہ میں ان کا بڑا جامع بیان ہے۔ سب سے اہم ضرورت تو انسان کو پینے کا پانی ہے۔ جس کا ذکر آگے مختلف مناسبتوں سے آئے گا۔ آیت زیر نظر میں بھی اس کا ذکر سرفہرست ہے۔ جس سے انسان کی ضرورتوں میں اس کی اہمیت اور اولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آگے فرمایا کہ اسی بارش سے زمین پر پیڑ پودوں کی روئیدگی ہوتی ہے۔ جس سے جانوروں کے چارے اور ان کے چرنے کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اس سے ضمناً یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ہر زمانے میں انسانی آبادی کے اندر جانوروں کی چراگاہ کے طور پر ایک قطعہ آراضی کو محفوظ ہونا چاہیے۔ عرب سماج میں جن کی معیشت کا بڑا ذریعہ جانوروں کی پرورش اور افزائش تھا، اسلام سے پہلے بھی ان کے یہاں ان چراگاہوں کا بڑا اہتمام تھا۔ اسلام کے آنے کے بعد ان کے نظام میں مزید وسعت اور ترقی ہوئی اور ان کے رکھ رکھاؤ کو مزید بہتر بنایا گیا۔ چنانچہ 'ربذۃ' نامی چراگاہ سے اسلامیات کا ہر طالب علم واقف ہے۔ جس کا صدر اول کی تاریخ میں موقع بہ موقع ذکر آئے بغیر نہیں رہتا ہے۔ حدیث میں بھی اس کا اسی طرح ذکر ہے۔ چنانچہ حلال وحرام کے بیان سے متعلق نبی ﷺ کی مشہور حدیث میں حلال وحرام کے بیچ کے جو مشتبہ امور ہوتے ہیں جو شخص ان سے بچ کر نہیں رہتا جب کہ اسے لازماً ان سے بچ کر رہنا چاہیے اس کی مثال اس چرواہے سے دی گئی ہے جو ممنوعہ چراگاہوں سے بالکل سٹ کر اور لگ کر اپنے جانور کو چراتا ہے۔ ایسے شخص کے لیے یہ عین قرین قیاس ہے کہ اس کا جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں منہ مارے بغیر نہ رہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے بموجب یہی حال اس شخص کا ہوتا ہے جو حرام سے دور اور فاصلہ بنا کر نہیں رہتا، بلکہ وہ اس کے قریب اس دلیل سے منڈلاتا رہتا ہے کہ وہ حرام میں پڑ کب رہا ہے وہ تو اس کے کنارے کنارے

رہتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمانا ہے کہ اس ناسمجھ چرواہے کی طرح ایسا شخص بھی حرام میں پڑے بغیر نہیں رہے گا۔ ؎ یہ چراگاہیں بحق سرکار محفوظ ہوتی تھیں۔ آج کی اصطلاح میں انھیں G.S کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سرکار کی طرف سے ان کو بچانے کا جتن ہوتا ہے اور ان پر قبضہ جمانے کو جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اللہ کی کتاب میں آج سے چودہ سو سال پہلے سے اس کا اشارہ موجود ہے۔ آیت کریمہ میں آگے ارشاد فرمایا کہ اسی بارش کے ذریعہ انسان کی کھیتی کی روئیدگی ہوتی اور عرب کے سماج کے لحاظ سے اس کے لیے زیتون، کھجور، انگور اور دوسرے بہت سارے پھل تیار ہوتے ہیں۔ یہ انسان کی بدقسمتی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کردہ ان نعمتوں سے تو شادکام ہوتا ہے لیکن اللہ کی نازل کردہ بارش، جس کے طفیل میں اس کو یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں وہ اس کے برسانے والے ہی کو بھول جاتا ہے۔

سورہ مومنون کی ذیل کی آیات میں بھی یہی مضمون بعض دوسرے پہلوؤں کی فصاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے:

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ. فَأَنشَأْنَا لَكُم بِهِ جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَّكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ. وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِن طُورِ سَيْنَاءَ تَنبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْآكِلِينَ. (مومنون/۱۹-۲۰)

اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازے کے مطابق اور اسے زمین میں روک دیا۔ حالانکہ اگر ہم چاہیں تو وہ ایک دم سے غائب ہوجائے۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغات اگائے جس سے تم کو بہت سارا پھل حاصل ہوتا جس کو تم طرح طرح سے استعمال کرتے اور کھاتے ہو۔ اور ہاں (زیتون) کا وہ درخت بھی جو سینا کے طور پہاڑ سے نکلتا ہے جس کے پودے سے تیل بھی نکلتا ہے اور جس کو کھانے والے اپنے لیے بطور سالن کے بھی استعمال کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بارش کے پانی کے سلسلے میں دو خاص باتیں کہی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے اور انسانوں پر اپنی بے پناہ شفقت اور محبت کے نتیجے میں بارش کے اس پانی کو زمین پر ایک خاص مقدار میں نازل کرتا ہے۔ بارش کے پانی کی انسان کے لیے تمام تر افادیت اس کے ایک خاص مقدار میں نازل ہونے ہی میں ہے۔ یہی پانی اگر ضرورت سے کم اترے تو قحط سالی ہوتی ہے اور زیادہ اتر جائے تو سیلاب کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ دونوں ہی حالتیں انسان کے لیے نقصان دہ اور اس کے لیے تباہی کی موجب ہیں۔ ان دونوں ہی معاملوں میں ہمیشہ کی طرح آج کا انسان بھی بے بس ہے، نہ اس کے بس میں قحط کو روکنا ہے اور نہ سیلاب کو روک پانے میں اس کا یارا ہے۔ یہ محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ وہ عام طور پر انسان کو ان دونوں مصیبتوں سے بچا کر اس کے لیے ہر سال موسم کی ضرورت سے اس کے لیے مناسب بارش کا انتظام کرتا ہے۔ چنانچہ قحط سے متعلق نبی ﷺ کی تعلیم کردہ مشہور دعا میں بھی بارش کے لیے نقصان دہ ہونے کے بجائے نفع بخش اور لمبے عرصے کے لیے لگاتار اور مسلسل کے بجائے ضرورت کے مطابق تھوڑے وقفے کی بارش کا ذکر ہے۔[۸] بارش کے پانی کے متعلق دوسری خاص بات آیت کریمہ میں یہ کہی گئی ہے کہ ہم نے اس کو زمین میں روکنے کا قدرتی انتظام کر رکھا ہے۔ ورنہ اگر ہم چاہتے تو دیکھتے دیکھتے یہ پانی جیسا کہ آسمان سے اترتا ہے زمین میں ویسا ہی غائب ہو جاتا۔ ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہ پانی پوکھر، تالاب، ندی، نالے، نہر، جھیل، کنوئیں، باولی اور آج کے بڑے بڑے ڈیموں میں رکا رہتا اور قرار پذیر رہتا ہے۔ آج کے زمانے میں واٹر ہارویسٹنگ کا بڑا تذکرہ ہے۔ آیت کریمہ کے باریک مفہوم سے خود اس کی تاکید نکلتی ہے۔ بارش کے پانی کو مختلف طریقوں سے محفوظ بھی رہنا چاہیے اور اس کو ہر طرح کی آلودگی سے پاک صاف ہونا چاہیے۔ آگے مناسب مقام پر اس کی تفصیل آتی ہے۔ اس کے بعد اس کا بیان ہے کہ اسی بارش کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انسان کے لیے کھجور، انگور اور دوسرے تمام طرح کے پھلوں کے باغات اگاتا اور ان کی شادابی کا سامان کرتا ہے۔ جب کہ ان پھلوں سے طرح طرح کے مشروب تیار ہوتے اور ان کے دیگر استعمالات

کے علاوہ انسان کی غذا کی ضرورت کی تکمیل ہوتی ہے۔قرآن کے اولین مخاطبین اہل عرب کے ذوق کے لحاظ سے آخر میں زیتون کے درخت کا الگ سے ذکر ہے جس سے ان کی تیل اور سالن دونوں کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ ہندوستان کے لحاظ سے اسے سرسوں، تل اور ناریل کی صورت میں دیکھا جاسکتا ہے جس سے برصغیر ہند کے باسی اسی طرح اپنی تیل اور سالن کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔

بارش کے پانی کو زمین پر روکنے کے مضمون کا قرآن میں ذکر دوسرے مقام پر دوسرے انداز سے ہے۔ یہاں قرآن کا کہنا ہے کہ بارش کے پانی سے انسان کبھی بے نیاز نہیں ہوسکتا ہے۔ نہ اس کے پاس پانی کا ایسا زبردست ذخیرہ ہے کہ اس کو بارش کے پانی کی احتیاج نہ رہے۔ اور نہ اس کے پانی کو وہ اس طرح محفوظ (Store) کرسکتا ہے کہ آئندہ ہمیشہ کے لیے وہ اس کے لیے کافی ہوجائے اور اس کو اپنے پینے اور اپنی دوسری ضرورتوں کے لیے آسمان کی طرف بار بار نظر اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔ اس کے بجائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہر سال اور مختلف موسموں میں ہواؤں کے ذریعہ بادلوں کو پانی سے بھرتا ہے اور اس سے ہونے والی باش کا مناسب ذخیرہ کرکے آدمی اپنی سب سے پہلی ضرورت پینے کے پانی کا سامان کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اگلے موسم میں یہ ابر رحمت پھر اس کے لیے اس کی ذخیرہ اندوزی کا سامان کردیتا ہے۔

آب آیت کریمہ کو پڑھیے:

وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَاكُمُوهُ وَمَا أَنتُمْ لَهُ بِخَازِنِينَ. (حجر/۲۲)	اور ہم نے ہواؤں کو پانی سے بھر کر بھیجا پھر ہم نے آسمان سے پانی اتارا جس سے ہم نے تمہارے لیے پینے کا انتظام کیا۔ حالانکہ تمہارے پاس اس کا ذخیرہ فراہم نہیں تھا۔

اس آیت کریمہ میں ضمناً بارش کے طریقۂ عمل (Process) کا بھی بیان ہے۔ سمندر کا پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے جسے ہوائیں اوپر اٹھا کر بادل کی صورت دیدیتی ہیں۔ جنگلات اور درخت بھی بارش کا ایک ذریعہ کہے جاتے ہیں۔ آیت کریمہ سے اس کا اشارہ نکل سکتا ہے کہ اس سے خارج ہونے والی آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائڈ

وغیرہ کو بھی یہی ہوائیں اوپر اٹھا کر بادل کی شکل دیتی یا سمندر سے اٹھنے والے بادل میں شامل کر دیتی ہیں۔

پانی کے ذرائع: (Sources of Water)

بارش کے علاوہ پوکھر، تالاب، ندی، نہر، جھیل اور چشمے وغیرہ پانی کے دیگر ذرائع کا تذکرہ اوپر آیا ہے۔قرآن میں ان سب ذرائع کا اسی طرح ذکر ہے۔اس موقع پر اس کا مطالعہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔قرآن کی متنوع آیات اس کے حق میں ہیں کہ پانی کے ان تمام ذرائع کو انسانی دست اندازی کے بغیر موجود اور محفوظ رہنا چاہیے اور انھیں ہر طرح کی آلودگی اور گندگی سے پاک رکھا جانا ضروری ہے۔

بارش

بارش کے پانے کا ذکر قرآن میں کم وبیش تیس مقامات پر ہے جس کا سلسلہ سورۂ بقرہ سے شروع ہو کر سورۂ عبس پر ختم ہوتا ہے۔بعض مناسبتوں سے پانی کے اس ذریعہ کا ذکر اوپر قدرے تفصیل سے آیا ہے، آگے چونکہ مختلف مناسبتوں سے اس کا مزید ذکر آئے گا اس لیے اس موقع پر طوالت سے بچنے کے لیے اس سلسلے کی دیگر آیات کا ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

سمندر، دریا اور نہریں

سمندر کا ذکر قرآن میں قریب چالیس بار ہے۔قرآن میں اس کا تذکرہ عام طور پر تین پہلوؤں سے ہے۔انسان کو اس سے تازہ گوشت 'لحماً طریاً' یعنی کہ مچھلی حاصل ہوتی ہے۔جس سے اس کی غذا اور خوراک کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔اسی سے مونگے اور موتی نکالے جاتے ہیں جن کو زیور کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ سمندر سفر کا بڑا آسان اور فطری ذریعہ ہے جس کے ذریعہ آدمی کشتی اور جہاز کے استعمال سے دنیا کے اس کونے سے اس کونے تک کا سفر طے اور تجارت کے سامان کو یہاں سے وہاں منتقل کرتا ہے۔
سورۂ نحل کی آیت کریمہ میں ان تینوں کا تذکرہ ایک ساتھ ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُواْ مِنْهُ لَحْماً طَرِيّاً وَتَسْتَخْرِجُواْ مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُواْ مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ.(نحل/۱۴)

اور وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے سمندر پر تم کو اختیار دے رکھا ہے تا کہ تم اس سے شکار کر کے تازہ گوشت (مچھلی) کھاؤ اور اس سے موتی اور مونگا نکالو جس کو تم بطور زیور استعمال کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتی اس کے پانی کو چیر کر چلتی ہے یہ اللہ نے اس لیے کر رکھا ہے تا کہ دوسری چیزوں کے علاوہ اس طرح تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کی شکر گزاری کی توقع پر پورے اترو۔

اگلی آیت کریمہ میں دریاؤں اور نہروں کا بھی ذکر ہے اس لیے اس موقع پر اس کا ذکر بھی مناسب ہے۔

وَأَلْقَى فِىْ الْأَرْضِ رَوَاسِىَ أَن تَمِيْدَ بِكُمْ وَأَنْهَاراً وَسُبُلاً لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ. (نحل/۱۵)۹

اور اللہ نے زمین میں پہاڑوں کی صورت میں میخیں ڈال رکھی ہیں تا کہ وہ تم کو لے کر ایک طرف لڑھکنے سے بچی رہے، اور اسی طرح اس نے (زمین میں) نہریں جاری کی ہیں اور راستے بنائے ہیں تا کہ تم اپنی منزل کا پتہ لگا سکو۔

اسی طرح سورۂ ابراہیم میں سمندر اور دریاؤں اور نہروں کا تذکرہ ایک ساتھ ہے۔ یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کا بیان بڑے پرسوز انداز میں ہے اس لیے ہم اس کے پورے سلسلے کو نقل کرتے ہیں:

اللَّهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ

اللہ ہی کی ذات ہے جس نے کہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی اتارا

مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقاً لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهٰرَ. وَسَخَّر لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَاٰتٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ اللّٰهِ لاَ تُحْصُوهَا إِنَّ الإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ.
(ابراہیم/۳۲-۳۴)

پھر اس نے تمہار روزی کے مقصد سے بہت سارے پھل نکال دیے اور کشتی پر اس نے تم کو قابو دے دیا جس سے کہ وہ تم کو اس کے حکم سے سمندر میں لے کر چلتی ہے اور اس نے تم کو نہروں اور دریاؤں پر قابو دے رکھا ہے۔ اسی طرح اس نے سورج اور چاند کو تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے جو لگاتار اپنے کام میں مصروف ہیں اور اس نے دن اور رات کو تمہارے کام پر لگا رکھا ہے۔ اور اس نے تم کو ہر وہ چیز دی جس کی تمہاری طرف سے طلب ہوئی اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو ان کو شمار میں نہیں لا سکتے۔ بلاشبہ انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔

جنت کی نہروں کے علاوہ دنیا کی نہروں اور دریاؤں کا ذکر قرآن میں دس مقامات پر ہے۔ سمندر کی طرح بڑے دریاؤں میں بھی کشتی چلتی اور ان سے زمین کی سینچائی اور دوسرے فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ان سب سے انسان کی پانی پینے کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اس کی ضرورت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سمندر کے پانی کو لذیذ اور شیریں بنایا ہے۔ آگے مناسب مقام پر اس کی تفصیل آتی ہے۔ نہروں اور دریاؤں کے پانی کی یہ خصوصیت اس سے زیادہ نمایاں ہے۔

جھیل اور چشمے

سمندر، نہر اور دریا کی طرح جھیل اور چشمے بھی انسان کے لیے پانی کے حصول کا اہم ذریعہ ہیں۔ قرآن میں ان کا بھی تذکرہ ہے:

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاء .(بقرہ۲/۷۴)

اور ہاں کچھ پتھر ہوتے ہیں جن سے پھوٹ کر دریا نکل پڑتے ہیں اور ہاں ان میں سے کچھ ہوتے ہیں جو پھٹ پڑتے ہیں تو ان سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں جھیل اور دریا دونوں کا ذکر ہے۔ پہاڑ سے پھوٹ کر دریا نکلتے ہیں۔شمالی ہند کے دو مشہور دریا گنگا اور جمنا ہمالیہ پہاڑ کی دو مشہور جھیلوں گنگوتری اور جمنوتری سے پھوٹ کر نکلے ہیں۔ یہی کچھ حال دوسرے دریاؤں کا ہوگا۔ انہی دریاؤں سے پھر نہریں نکالی جاتی ہیں۔جیسا کہ مغربی اتر پردیش میں گنگا ندی سے گنگ نہر اور نرورہ نہر جیسی بڑی نہریں نکالی گئی ہیں۔آیت کریمہ کے اگلے حصے کہ پتھر سے پھٹ کر پانی نکلتا ہے، جھیل اور چشمے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔سورۂ بنی اسرائیل میں بھی ان دونوں کا تذکرہ ایک ساتھ ہے۔آخری نبی ﷺ سے کفار مکہ کے بیجا مطالبات کے بیان میں ہے:

وَقَالُواْ لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعاً. أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلالَهَا تَفْجِيراً. (بنی اسرائیل/۹۰-۹۱)

اور ان کا کہنا تھا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لاسکتے جب تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے چشمہ پھوڑ کر نہ نکال دو یا یہ کہ تمہارے کھجور اور انگور کا باغ ہو اور ان کے بیچ تم نے نہروں کا جال بچھا رکھا ہو۔

یہ سلسلۂ آیات قرآن کے خاص بلیغ مقامات میں سے ہے۔ اسے ہم پورا نقل کرتے ہیں۔

أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفاً أَوْ تَأْتِيَ بِاللّهِ وَالْمَلآئِكَةِ قَبِيلاً. أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَى فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَاباً

یا یہ کہ تم ہمارے اوپر جیسا کہ تمہارا خیال ہے آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو یا اللہ اور فرشتوں کو اس طرح لاؤ کہ ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ یا پھر ایسا ہو کہ تمہارے سونے کا گھر ہو یا یہ کہ تم آسمان میں چڑھو اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اُسی صورت میں

نَقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَراً رَّسُولاً. (بنی اسرائیل/۹۲-۹۳)

مانیں گے جب کہ تم وہاں سے ہمارے لیے کوئی کتاب لے کر اترو جسے ہم پڑھ سکیں۔ (اے نبیؐ!) کہیے کہ میرے رب کی ذات اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک انسان ہوں جسے رسالت کی دولت سے نوازا گیا ہے۔

پوکھر، تالاب اور باؤلی وغیرہ

ندی نالوں اور جھیل اور چشموں کی طرح زمین پر پوکھر، تالاب اور باولی وغیرہ بھی پانی کے حصول کا اہم ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اس کا انتظام بھی بڑی فراوانی سے کر رکھا ہے۔ سورۂ زمر کی آیت کریمہ ان سب کی جامع ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعاً مُّخْتَلِفاً أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرّاً ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَاماً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِأُوْلِي الْأَلْبَابِ. (زمر/۲۱)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو اسے زمین میں چشموں کی صورت میں چلا دیا پھر وہ اس کے ذریعہ رنگ برنگ کی پیداوار کو نکالتا ہے پھر وہ خوب شاداب ہوتی اس کے بعد تم اس کو دیکھتے ہو کہ وہ پیلی پڑگئی پھر اللہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے بلا شبہ اس کے اندر سمجھ والوں کے لیے چیتنے کا سامان ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہ فرمانا ہے کہ آسمان سے وہ جو پانی برساتا ہے تو وہ زمین میں ایسی جگہوں میں رک جاتا ہے جہاں سے اس کے آگے اسی طرح بہنے اور پھوٹنے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ صاحب جلالین نے آیت کے اس ٹکڑے کی یہی تفسیر بیان کی ہے:

(فسلکه ینابیع) ادخله امکنة نبع .۱۰ (فسلکه ینابیع) یعنی کہ اس کو ابلنے کی جگہوں میں داخل کر دیا۔

اس میں پوکھر، تالاب، باولی وغیرہ سبھی شامل ہوجاتے ہیں۔ جس سے انسان اپنی کھیتی کی آبیاری کا سامان کرتے ہیں۔ پھر ان کی فصل لہلہاتی اور پک کر چورا ہونے کے مراحل سے گزرتی ہے جس کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظیم نشانی کے طور پر آیت کریمہ کے اگلے حصے میں بیان ہے۔

کنواں اور پنگھٹ

قدیم زمانے سے لے کر ماضی قریب تک پانی کے ذریعہ کے طور پر کنوئیں کی غیر معمولی اہمیت تھی۔ آج اس کی جگہ ہینڈ پمپ اور سمرسیبل نے لے لی ہے۔ کچھ کنوئیں ایسے تھے جو ذاتی طور پر لوگوں کے استعمال میں ہوتے اور بعض وہ ہوتے جن پر غیر معمولی بھیڑ ہوتی اور وہ بطور پنگھٹ کے استعمال ہوتے تھے۔ ان سے انسان اور جانور دونوں سیراب ہوتے تھے۔ اللہ کی آخری کتاب میں ان دونوں کا ذکر ہے۔ کنوئیں کا ذکر تباہ شدہ قوموں کے بیان میں ہے:

فَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيدٍ .(حج /۴۵)

اور کتنی ہی بستیاں رہیں کہ جب انھوں نے ظلم کا راستہ اختیار کیا تو ہم نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا سو وہ اپنی چھتوں سمیت اوندھی پڑی ہیں۔ اسی طرح کتنے کنوئیں ہیں جو اجڑے پڑے ہیں اور عالی شان عمارتیں ہیں (جو مکینوں سے خالی ہیں)۔

یہ عاد وثمود جیسی تباہ شدہ بستیوں کا بیان ہے۔ جن پر اللہ کا عذاب آیا اور وہ اوندھے منہ الٹ دی گئیں۔ اب ان کے آثار میں مضبوط محلوں کے نشانات کے ساتھ وہ کنوئیں ہیں جو اب بیکار پڑے ہیں۔ اسے بھی اتفاق ہی کہیے کہ آج ہم جن کنوؤں کا ذکر کر رہے ہیں وہ بھی اُس طرح اللہ کے عذاب سے نہ سہی لیکن حالات کی گردش سے بیکار بہر حال پڑے ہیں۔ پنگھٹ کے طور پر استعمال ہونے والے کنوؤں کا تذکرہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام کے واقعے میں ہے، جہاں معروف روایت کے مطابق انھوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادیوں کی بکریوں کے لیے اس سے کھینچ کر پانی پلایا تھا۔

وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ. فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ.
(قصص/۲۳-۲۴)

اور جب موسیٰ مدین کے پنگھٹ پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں بہت سے لوگ (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں ۔ اور ان سے کچھ فاصلے دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے (جانوروں کو) روک رہی ہیں۔ انھوں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کا کیا معاملہ ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک اپنے جانوروں کو نہیں پلاتے جب تک کہ دوسرے چرواہے اپنے جانوروں کو پلا کر یہاں سے نکل نہ جائیں۔ اور (ہمیں یہ زحمت اس لیے اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ) ہمارے باپ عمر رسیدہ ہیں۔ تو موسیٰ نے (کنوئیں سے پانی کھینچ کر) ان کے جانوروں کو پلا دیا۔ پھر وہ ہٹ کر سائے کے نیچے بیٹھ گئے اور دعا کرتے رہے کہ پروردگار! تیری طرف سے جو بھلی چیز بھی آئے میں اس کا سخت ضرورت مند ہوں۔

رننگ واٹر

اب پانی کا صرف ایک ذریعہ باقی رہ جاتا ہے۔ وہ رننگ واٹر ہے، جس پر آج کی شہری آبادی کے ۹۹٪ حصے کا انحصار ہے۔ قرآن میں اس کا تذکرہ جنت کی نعمتوں کے بیان میں ہے جو اس کے ایک خاص طبقے داہنے ہاتھ والوں (اصحٰب الیمین) کو حاصل ہوگی۔ یہ پورا سلسلہ حد درجہ لذیذ ہے اس لیے اس کو توڑے بغیر پورا نقل کیا جاتا ہے:

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ . فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ . وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ . وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ . وَمَاء مَّسْكُوبٍ. وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ . لَّا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ . وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ . إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاء . فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً. عُرُباً أَتْرَاباً. لِّأَصْحَابِ الْيَمِينِ. ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ. وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ .(واقعہ/۲۷-۴۰)

اور داہنے ہاتھ والے اور تم سمجھے یہ داہنے ہاتھ والے کون ہیں۔ یہ وہ ہیں جو بے کانٹوں والی بیر اور اوپر سے نیچے تک لدے ہوئے کیلے اور ہمیشہ کے سائے تلے ہوں گے۔ اسی طرح ان کے لیے رنگ واٹر کی سہولت اور پھلوں کی بہتات ہوگی۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے نہ ان کی سپلائی میں رکاوٹ ہوگی۔اوران کے لیے اونچے بستر ہوں گے جن پر وہ حوریں براجمان ہوں گی جن کو ہم نے خاص طریقے سے پروان چڑھایا۔سوہم نے ان کو ہمیشہ کی کنواری بنایا، اپنے شوہروں کا دل موہ لینے والی اوران کی ہم عمر۔ داہنے ہاتھ والوں کے لیے یہ سب کچھ ہوگا۔پچھلی امتوں سے بھی ان کی بڑی جماعت ہوگی اور بعد والوں سے بھی ان کی ایسی ہی بڑی جماعت ہوگی۔

دنیا کی زندگی جنت کا ایک معمولی عکس ہے۔سواصل جنت کی طرح یہاں بھی اگراس کے مستقبل کے مکینوں کواس کی سہولت حاصل ہوتو یہ عین فطری ہے۔آیت کریمہ میں 'مــــاء مسکوب' کا مطلب ہے کہ انڈیلا ہوا پانی جس کو کھینچ کرنکالنے کی مشقت نہ ہو۔آج کے لحاظ سے اس کا بہترین محل رنگ واٹر ہے۔جس سے دنیا کی بڑی آبادی مستفید ہورہی ہے۔ جب کہ شہری آبادی کا تقریباً تمامتراسی پردارومدار ہے۔

پانی کے استعمالات: (Uses of water)

معاصر دنیا کے مادیت پسند ذہن کو پانی کے حوالہ سے سب سے زیادہ پینے کے صاف

پانی (Potable water) کی فکر ہے۔ جس سے کہ اس کی صحت اچھی رہے اور وہ دنیا کو من چاہے طور پر انجوائے کرسکے۔ بلا شبہ پینے کے لیے پانی انسان کی اہم ترین ضرورت ہے اور قرآن نے بھی اس کو اہمیت کے اسی مقام پر رکھا ہے۔ جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی، لیکن قرآن اس کے علاوہ پانی کے ایک دوسرے استعمال کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے جو مختلف پہلوؤں سے اس کی پینے کی ضرورت سے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔

طہارت اور پاکیزگی

پانی کا یہ استعمال ہے طہارت اور پاکیزگی، جس کے ذریعہ آدمی اپنے جسم کی نجاست کو صاف کرتا اور وضو اور غسل کر کے جسمانی اور روحانی طہارت سے شادکام ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں مسلمان اور غیر مسلم کا قدرے فرق ہے۔ غیر مسلم دنیا کے یہاں صفائی یعنی کہ نظافت (Cleanliness) کا تصور ہے، طہارت (Mental Purity) کا نہیں۔ پیشاب سے استنجاء نہ سہی تو پاخانہ کے بعد جسم سے نجاست کی صفائی مسلمان اور غیر مسلم ہر ایک کرتا ہے۔ اسی طرح ٹوائلٹ، سڑک اور گھر اور گھر سے باہر کی نالی/ نالے کی صفائی میں آبادی مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی پانی کا اس مقصد سے استعمال ہر ایک کے یہاں یکساں ہوتا ہے۔ گھر ہاسپٹل میں بچے کی پیدائش اور اس کے بعد اس کی پرورش اور پرداخت کے مراحل جس میں آج کے زمانہ میں نرسری اسکول اور آنگن باڑی وغیرہ بھی اسی طرح شامل ہیں کہ یہاں بھی چھوٹے بچوں کے پیشاب پاخانے کی صفائی کا مرحلہ درپیش رہتا ہے۔ ان سبھی جگہوں پر صفائی ستھرائی کے مقصد سے مسلمان اور غیر مسلم دونوں کے یہاں ایک ہی طرح کا استعمال ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں بعض اوقات اسلام کے باشعور ماننے والوں کے یہاں بھی پانی کے اس استعمال پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس شکرگزاری کا اظہار دیکھنے کو کم ملتا ہے جس کا اظہار کہ فی الواقع ان کی طرف سے زیادہ ہونا چاہیے۔ لیکن غیر مسلم دنیا کے یہاں تو اس کا جیسے کوئی تصور اور خیال ہی نہیں ہے۔ زمین کی دوسری سہولتوں کی طرح پانی کی یہ سہولت بھی یہاں اسی طرح دستیاب ہے۔ اور انسان جس کو دنیا کے وسائل پر قدرت ہے تو اپنی ضرورت سے زمین کی دوسری چیزوں

کی طرح وہ پانی کا بھی استعمال کر رہا ہے۔ لیکن قرآن کی روحانیت اس معاملے میں اپنے ماننے کو اس سے آگے لے جاتی ہے۔

قرآن پانی کی ایک خصوصیت اور اس کے لحاظ سے اس کا ایک استعمال یہ بتاتا ہے کہ وہ طہارت اور نظافت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ سورۂ فرقان میں بارش کے پانی کے سلسلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیٓ أَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْراً بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهِ وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَآءً طَهُوراً. لِنُحْیِیَ بِهِ بَلْدَةً مَّیْتاً وَنُسْقِیَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَاماً وَأَنَاسِیَّ کَثِیْراً .
(فرقان/۴۸-۴۹)

اور وہ اللہ ہی کی ذات ہے جو بارش کی اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو اس کی خوش خبری کے طور پر بھیجتی ہے اور ہم نے آسمان سے پاک پانی اتارا۔ تاکہ اس کے ذریعہ مردہ آبادی کو زندہ کریں اور ہم نے جو جانور اور بہت سارے انسان پیدا کیے ہیں اس سے ان کے لیے پینے کا انتظام کریں۔

اس آیت کریمہ میں بارش کے پانی کا یہ فائدہ بیان ہوا ہے کہ اس کی بدولت مردہ زمین جی اٹھتی اور کھیتی اور فصل سے لہلہا جاتی ہے۔ ساتھ ہی اس کا دوسرا فائدہ بتایا کہ اس سے انسانوں اور جانوروں کی پیاس بجھانے کا سامان ہوتا ہے۔ جس سے ضمناً نکلتا ہے کہ بارش کے پانی کو محفوظ (Store) بھی ہونا چاہیے جس سے ضرورت پڑنے پر فصل بچانے کے علاوہ اگلی بارش تک انسان اور جانور اس سے اپنی پیاس بجھانے کی ضرورت پوری کرتے رہیں۔ لیکن اس سے پہلے بارش کے اس پانی کے ایک خاص وصف کا بیان ہے۔ بارش کی رحمت الٰہی سے قبل جو ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں جو ایک طرح سے اس رحمت کی پیشگی خوش خبری سناتی ہیں وہ اپنے دوش پر آسمان سے جس پانی کو لاتی ہیں قرآن کا کہنا ہے کہ یہ پانی 'مـاء طهـور' یعنی کہ طہارت اور پاکیزگی عطا کرنے والا ہوتا ہے۔ 'مآء طهورا' یعنی کہ: مطهرا، صاحب جلالین نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔[11]

اس موقع پر فقہ حنفی کے ایک مسئلہ کی طرف توجہ دلانا مناسب ہے۔ زیر نظر مسئلہ کی

مناسبت سے یہاں پانی کی دو قسمیں ہیں طاہر اور مطہر۔ یا طاہر اور طہور۔۱۲ طہور یا مطہر وہ پانی ہے جو اپنے آپ میں پاک ہو اور جس سے استنجاء اور وضو اور غسل کیا جا سکے۔ اس کے برعکس دوسرا پانی ہوتا ہے جو خود تو طاہر ہوتا ہے لیکن طہور یا مطہر نہیں ہوتا کہ اس سے نجاست دور کی جا سکے یا اس کو وضو اور غسل کے لیے استعمال کیا جا سکے۔ فقہ کی اصطلاح میں یہ 'ماء مستعمل' ہوتا ہے، یعنی کہ وہ پانی جس سے کہ ناپاکی دور کی گئی ہو یا بطور عبادت کے اس سے واجب یا غیر واجب وضو اور غسل کیا گیا ہو۔۱۳ صاحب ہدایہ نے اس موقع پر زیر نظر آیت کریمہ:

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوراً. (فرقان/۴۸)

اور ہم نے آسمان سے پاک اور پاک کرنے والا پانی اتارا۔

سے استدلال کرتے ہوئے طہور اور مطہر پانی میں سرفہرست بارش کے پانی کو رکھا ہے اور اسی پر قیاس کر کے وادیوں، چشموں اور کنوؤں اور سمندروں کے پانی کو بھی اسی میں شامل قرار دیا ہے۔۱۴ سمندر کے سلسلے میں اس موقع پر نبی ﷺ کی مشہور حدیث سے بھی استدلال ہے جس میں اس کی مری ہوئی مچھلی کے حلال ہونے کے ساتھ اس کے پانی کو 'طہور' پاکی دینے والا کہا گیا ہے۔

هو الطهور ماء الحل ميتته.۱۵

سمندر کا پانی پاک اور پاک کرنے والا اور اس کی مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔

پینے کا پانی

پانی کا دوسرا اہم ضروری استعمال پینے کا ہے جس نے آج کے زمانہ میں انسانیت کے مشکل ترین مسئلہ کی صورت اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ آج ملک کی آبادی کی عظیم اکثریت پینے کے صاف پانی کی نعمت سے محروم ہے۔ اور غریب اور مفلس آبادی سے آگے درمیانہ طبقہ کی بہت بڑی تعداد کو بھی پینے کا اچھا اور قابل اعتماد پانی دستیاب نہیں ہے۔ اور جو حال اس سلسلے میں برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش کا ہے، دنیا کے بہت سے ملکوں اور علاقوں کا حال اس سے مختلف نہیں ہے۔ پینے کے پانی کی قرآن کی بیان کردہ خصوصیات کا ذکر الگ عنوان کے تحت آ رہا ہے اس لیے اس

موقع پر اس کی تفصیل نہیں کی جارہی ہے۔ البتہ موقع کی مناسبت سے ایک پہلو کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ برصغیر ہند کی حد تک پینے کے پانی کی ضرورت کو بڑی حد تک قدرتی چشموں کے پانی کی صحیح منصوبہ بندی کر کے پورا کیا جاسکتا ہے۔ جموں و کشمیر میں ہمیں ایسے چشموں کو دیکھنے کا موقع ملا ہے جن کا بہت معمولی حصہ استعمال ہو پاتا ہے اور یہ زمین پر بہہ کر لگاتار اور مسلسل ضائع ہوتا رہتا ہے۔ ملک کے دوسرے پہاڑی علاقوں میں بھی یہ چشمے اسی طرح موجود ہوں گے۔ سرکاری سطح پر ان کے پانی کو محفوظ کرنے کی منصوبہ بندی ہو جائے تو ملک کی خوش حال آبادی کو بہت سستا اور غریب اور نادار آبادی کے بہت بڑے حصے کو یہ پانی مفت فراہم کرایا جاسکتا ہے۔ سطح آب کے گر جانے اور اس کے آلودہ ہو جانے کے سبب زیر زمین پانی کے عمدہ ذخیرے کی حصولیابی مہنگی اور مشکل ہوگئی ہے۔ بہتے چشموں کے پانی کو اگر صرف قابو میں کر لیا جائے تو بڑے کم خرچ میں ملک کی پینے کے پانی کی ضرورت کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

پانی کے دیگر استعمالات

انسان کی طرف سے زمین پر پانی کے دیگر استعمالات اس کے علاوہ ہیں۔ فصل اور کھیتی کی سینچائی انسان کی مستقل ضرورت ہے جس کے لیے وہ مختلف ذرائع سے پانی کا استعمال کرتا ہے۔ بارش کے حوالہ سے قرآن میں اس کا بار بار ذکر ہے۔ اس کے علاوہ گھر، سڑک اور پل کی تعمیر میں پانی کا استعمال ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ شہری ترقی کے آج کے دور میں اس دائرے میں جو وسعت اور ترقی ہوگئی ہے اس کے سلسلے میں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سول انجنیر نگ کی یہ ساری رونق بہت بڑی حد تک پانی کے دم قدم سے ہے۔ بجلی کی پیداوار کا بھی پانی اہم ذریعہ ہے۔ جس کے لیے بڑے بڑے ڈیموں کی تعمیر آج کے ترقیاتی منصوبے کا اہم ترین جزء ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ان متنوع طریقوں سے اللہ کی اس نعمت کو استعمال کرتے ہوئے انسانوں کی عظیم اکثریت اس ذات عالی صفات کے شکر کے جذبات سے معمور نہیں ہوتی، بلکہ جیسا کہ گزرا، بعض اوقات کلمہ گویوں کی طرف سے بھی اس سلسلے میں قرار واقعی شکر گزاری کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔

پانی اور اس کی خصوصیات

آخر میں قرآن میں ذکر کردہ پانی کی خصوصیات پر ایک نظر ڈالنی چاہیے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات کی ہر چیز حسن و کمال کے اعلیٰ مقام پر ہے۔ اس کی عطا کردہ پانی کی نعمت میں بھی یہ حسن اور کمال اسی طرح موجود ہے۔ بارش کے پانی کے سلسلے میں اس کے طہور اور مطہر ہونے کی بات اوپر آچکی ہے، دوسرے موقع پر قرآن میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بارش کے پانی کو غیر معمولی طور پر خوش گوار اور میٹھا بنایا ہے۔[۱۴]

...وَأَسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتاً. ...اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا۔

(مرسلات/۲۷)

دوسرے موقع پر اس کی تفصیل ہے۔ آیات کریمہ کے ترجمہ ہی سے اس کا مضمون صاف ہے:

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ. أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُوْنَ. لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجاً فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ. (واقعہ/۶۸-۷۰)

یہ جو تم پانی پیتے ہو ذرا اسی کو دیکھ لو۔ کیا برستے بادل سے تم نے اس کو اتارا ہے یا ہم اتارنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو اس کو سخت کھاری بنا دیتے تو پھر تم اس پر شکر گزار کیوں نہیں ہوتے ہو۔

پانی کا دوسرا بڑا ذریعہ سمندر ہے۔ حدیث کے حوالہ سے اس کے پانی کے 'طہور' ہونے کی بات اوپر آچکی ہے۔ دوسرے موقع پر قرآن نے اس کے پانی کو حد درجہ شیریں اور میٹھا قرار دیا ہے:

وَمَا يَسْتَوِيْ الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِن كُلٍّ تَأْكُلُوْنَ لَحْماً طَرِيّاً وَتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى

اور دونوں سمندر برابر نہیں ہوسکتے، ایک ہے جس کا پانی میٹھا، بہت ہی میٹھا اور پینے میں خوش گوار ہے اور دوسرا ہے جو اتنا ہی کھاری اور زبان کو اینٹھ دینے والا ہے۔

الْفُلْکَ فِیْہِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِہِ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُونَ.(فاطر/۱۲)

اور ان دونوں سمندروں سے تم مچھلی کا تازہ گوشت کھاتے اور موتی اور مونگے نکال کر زیور کے طور پر پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو کہ کشتی اس میں پانی کو چیرتے ہوئے چلتی ہے ایسا ہماری طرف سے اس لیے ہے تاکہ تم اللہ کے فضل اور اس کی عنایت کو تلاش کرو اور تاکہ تم اس کے شکر گزار بنو۔

سمندر کا پانی اپنے کھاری پن کے لیے مشہور ہے۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان دونوں کے درمیان ایک غیر مرئی روک کھڑی کر رکھی ہے دونوں پانی ایک ساتھ ملنے کے باوجود کھاری پانی میٹھے پانی کو بالکل متاثر نہیں کر پاتا ہے۔ اس کا تذکرہ سورۂ فرقان میں ہے:

وَھُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ ھَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَھَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَھُمَا بَرْزَخاً وَحِجْراً مَّحْجُوراً . (فرقان/۵۳)

اور وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے دو سمندروں کو ساتھ ملا کر رکھا ہے۔ ان میں ایک ہے جس کا پانی خوب میٹھا ہے او ردوسرا ہے جو اتنا ہی کھاری اور تلخ ہے۔ اور اللہ نے ان دونوں کے درمیان ایک دیوار اور کبھی نہ ہٹنے والی رکاوٹ کھڑی کر رکھی ہے۔

میٹھے اور کھاری سمندر کے بیچ اس رکاوٹ کا تذکرہ دوسرے مقام پر بھی ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیَانِ. بَیْنَھُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ. فَبِأَیِّ آلَاء رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ.(رحمٰن/۱۹-۲۱)

اللہ نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے جو چلتے تو ساتھ ساتھ ہیں، لیکن ان کے درمیان ایک دیوار حائل رہتی ہے جس کو وہ کبھی توڑ نہیں پاتے۔ تو اے انسانو اور جنو! تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاتے رہوگے۔

اسی طرح سورۂ نمل میں ہے:

أَمَّن جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَاراً وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَاراً وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزاً أَإِلَهٌ مَّعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ.
(نمل/۶۱)

تو کیا وہ ذات عالی مقام جس نے زمین کو ٹھہری ہوئی اور اس کے بیچ ندیوں اور دریاؤں کا جال بچھا رکھا ہے اور پہاڑوں کو اس کے لیے میخیں بنا رکھا ہے اور دو سمندروں کے بیچ رکاوٹ کھڑی کر رکھی ہے، تو کیا ایسے اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہوسکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت سمجھنا نہیں چاہتی ہے۔

بارش اور سمندر کے پانی کے سلسلے میں قرآن کی یہ تصریحات اس کا مطالبہ کرتی ہیں کہ ان کے علاوہ ندی، نہر، نالے، پوکھر، تالاب وغیرہ پانی کے جتنے ذرائع ہیں ان سب کو بالکل صاف شفاف اور ہر طرح کی آلودگی سے پاک ہونا چاہیے۔ ندی کے اندر مردوں کی لاشوں کو بہایا جائے نہ ان کی ادھ جلی لاشوں کو پھینکا جائے، نہ شہر کے گندے پانی اور صنعتی فضلے کی نکاسی کا اس کو ذریعہ بنایا جائے۔ یہی بات ہم سمندر کے سلسلے میں کہتے ہیں۔ سمندر کی وسعت اس کا جواز پیدا نہیں کرتی کہ بڑے شہروں کی گندگی کو اس کے اندر انڈیلا جاتا رہے۔ اس کے بجائے گاؤں دیہات اور قصبے سے لے کر چھوٹے بڑے شہر تک ہر جگہ آبادی کے گندے پانی اور صنعتی فضلے کو الگ کھپانے کا انتظام کیا جائے۔ سمندر اور دریا میں ان کے جانے سے مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور تو مرتے ہی ہیں جس سے وسائل اور ماحولیات کا نقصان ہوتا ہے۔ اس سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اس کے پانی کی شفافیت اور میٹھے پن کی وہ خصوصیت مجروح ہوتی ہے جس کی کتاب اللہ میں صراحت ہے۔ بارش کا پانی اصل ہے اور قرآن کی صراحت سے تفصیل بالا میں اس کی بھی یہی خصوصیت ہے۔ سوزمین پر نہر دریا اور پوکھر تالاب وغیرہ جو اس کے تابع ہیں ان کے پانی کو بھی اسی طرح صاف شفاف اور ہر طرح کی آلودگی سے پاک رہنا چاہیے۔

پانی کی کمی بیشی میں نیکی کا دخل

قرآن کے مطالعہ سے ایک بات یہ سامنے آتی ہے کہ پانی کی کمی بیشی میں انسان کی نیکی اور بدی کا بڑا دخل ہے۔ افسوس ہے کہ معاصر دنیا پانی کے سلسلے میں سخت دشواریوں سے دوچار ہے لیکن اس کی طرف اس کی توجہ نہیں ہوتی کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف رجوع ہو اور زمین پر اپنے گناہوں کے بوجھ کو کم کرنے کی کوشش کرے۔ قرآن کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آسمان کی بارش ہو یا زیر زمین پانی ان میں کمی اسی وقت آتی ہے جب کہ انسان گناہوں میں لت پت ہوتا اور غفلت کا شکار ہوتا ہے۔ ابتدائے انسانیت میں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ نسخہ سمجھایا تھا کہ اگر اس کو اچھی بارش کی تمنا ہو تو گناہوں سے توبہ کرکے اس کو ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کی طرف رجوع ہونا چاہیے:

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّاراً. يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً. وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَاراً .(نوح ۱۰/۔۱۲)

تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا معارف کرنے والا ہے۔ ایسا کرنے پر وہ تمہارے اوپر موسلا دھار بارش برسائے گا اور تم کو مال اور اولاد نرینہ دونوں سے نوازے گا اور تم کو باغات دے گا اور تم کو نہریں دے گا۔

ان کے بعد حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم عاد کو اچھی بارش کا یہی نسخہ بتایا تھا:

وَيَاقَوْمِ اسْتَغْفِرُواْ رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاء عَلَيْكُم مِّدْرَاراً وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلاَ تَتَوَلَّوْاْ مُجْرِمِينَ.(ہود/۵۲)

اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو پھر اس کے سامنے رجوع ہو تو وہ تمہارے اوپر موسلا دھار بارش برسائے گا۔ اور تمہاری طاقت میں دن دونا رات چوگنا اضافہ کرے گا۔ اس کے بجائے تم گناہ گار رہ کر پیٹھ پھیرنے والے نہ بنو۔

حضرت عمر فاروق اعظمؓ انھی آیات کی بنیاد پر اپنے عہد خلافت میں خشک سالی کے موقع پر بارش کے حصول کے لیے توبہ واستغفار کی کثرت کو اس کا سب سے کارگر نسخہ خیال کرتے تھے اور اس کے لیے انھی آیات کریمہ سے استدلال کرتے تھے۔ ۱۵

یہ تو بارش کے پانی کا معاملہ تھا، زیر زمین پانی کا معاملہ اس سے مختلف نہیں ہے۔ مکہ کے مشرکوں کو قرآن نے دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ اگر انھوں نے آخری نبی ﷺ کی پیروی کرکے ایک خدا کی بندگی اختیار نہیں کی تو وہ زیر زمین پانی کی قلت کے عذاب سے دوچار ہو سکتے ہیں۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْراً فَمَن يَأْتِيكُم بِمَاء مَّعِينٍ. (ملک/۳۰)	(اے نبیؐ!) کہیے کہ تم خود ہی بتاؤ کہ اگر تمہارا پانی تہ میں گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تم کو لاکر بہتا پانی دے سکتا ہے۔

'ماء معین' کا مطلب ہے بہتا پانی جس تک آدمی کا ہاتھ اور اس کے ڈول آسانی کے ساتھ پہنچ جائیں جیسے کہ عام طور پر لوگوں کے پانی کا حال ہوتا ہے:

(مآء معین) جار تناله الايدى والدلاء كمائكم. ۱۶	(ماء معین) کا مطلب ہے بہتا پانی جس تک کہ ہاتھ اور ڈول آسانی سے پہنچ سکیں جیسا کہ اس وقت تمہارے پانی کا معاملہ ہے۔

صاحب جلالین کا کہنا ہے کہ حدیث کے بموجب آیت کریمہ کے قاری کے لیے مستحب ہے کہ وہ 'ماء معین' کے بعد کہے: اللہ رب العالمین۔ یعنی کہ اس کی قدرت اللہ رب العالمین کو ہے۔ ۱۷

سورۂ کہف کی آیت کریمہ سے اس آیت شریفہ کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ جس میں ایک بگڑے ہوئے شخص کا تذکرہ ہے جس کے پاس عمدہ باغ، کھیتی اور مال ودولت اور نفری قوت کی فراوانی ہے، اس کا دوسرا ساتھی جو مال ودولت اور اولاد میں اس سے بہت کمتر درجے پر ہے اس کو ڈراتے ہوئے کہتا ہے کہ اگر اللہ کی مرضی ہو تو تمہارا یہ باغ تباہ ہو سکتا اور:

أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْراً فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَباً. (کہف/۴۱)	یا یہ کہ اس کا پانی تہ میں گہرا چلا جائے تو پھر تم کسی صورت اس کو پا نہ سکو۔

قرآن کا کہنا ہے کہ اس کے برعکس اگر آدمی دین کے صحیح راستے پر قائم رہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے پانی کی فراوانی رہے۔ سورۂ جن میں کفار مکہ کے حوالے سے فرمایا:

وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُم مَّآءً غَدَقًا. (جن/۱۶)	اور اگر اہل مکہ اسلام کے راستے پر سیدھے قائم ہو جاتے تو ہم ان کو فراواں پانی پلاتے۔

یہاں طریقت سے مراد 'طریقۂ اسلام' اور 'مــاء غــدقــا' کا مطلب ہے: آسمان سے فراواں پانی: کثیــرا مــن السمآء۔ تفسیر میں اس موقع پر یہ بھی لکھا ہے کہ آیت کریمہ جس وقت نازل ہوئی اس وقت سات سال سے مکہ میں بارش نہیں ہوتی تھی۔ ۱۸

پانی کے لیے آج کی ترستی دنیا کو اس کی فراوانی کے اس قرآنی نسخے پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

اسراف سے اجتناب

اس سلسلے میں آخری بات یہ ہے کہ معاصر دنیا کو پانی کے مسئلے سے عہدہ برآ ہونے کی ایک تدبیر کے طور پر پانی کے استعمال میں اسراف اور فضول خرچی سے بچنا چاہیے۔ قرآن اپنے ماننے والوں کو تاکید کرتا ہے کہ:

... وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ. (اعراف/۳۱)	...اور کھاؤ اور پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو بلاشبہ اللہ فضول خرچی کرنے والوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا ہے۔

حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدمی بہتے دریا کے کنارے بیٹھ کر وضو کر رہا ہو جب بھی اس کو پانی کو بے دریغ بہانے سے گریز کرنا چاہیے۔ ۱۹ اس وقت عام زندگی میں جو بے احتیاطی ہے اس کا ایک مظاہرہ پانی کے بے تحاشا استعمال میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ پانی کے سرکاری نظام میں اکثر نل اور ٹونٹی خراب ہوتی ہے اور اجتماعی جگہوں پر وہ مستقل گرتا اور ضائع ہوتا رہتا ہے۔ افراد کی سطح پر بھی اس کے سلسلے میں یہی بے احتیاطی دیکھنے کو ملتی ہے۔ گرمی میں آدمی

شاور سے نہاتا ہے تو اسے اس کا پتہ ہی نہیں ہوتا ہے کہ وہ کب سے نہائے چلا جارہا ہے۔ بالٹی سے بھی نہاتا ہے تو اوپر سے ٹونٹی کو کھلا رکھتا ہے اور پانی کا حساب نہیں رکھتا ہے۔ اس روش کو بدلنا چاہیے۔ شاور سے نہایا جائے تو اس کا اندازہ مقرر کیا جائے اور بالٹی کو پیشگی بھر کر اندازہ قائم کر کے نہایا جائے۔ دوسری جگہوں پر بھی پانی کے استعمال میں اسی احتیاط کی ضرورت ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس کی برکت سے آسمان کی بارش اور پانی کے زیر زمین ذخیرے دونوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت سے اضافہ ہوگا۔ **وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علی محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین صلوٰۃ و سلاما دائما کثیرا کما یحبہ تعاکی ویرضاہ۔**

حواشی ومراجع

۱ ایک رپورٹ کے مطابق ترقی یافتہ یورپ میں بھی چار کروڑ دس لاکھ لوگوں کو پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں ہے۔ اردو روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی، ۲۰/ مارچ، ۲۰۰۶ء، زیر تحت عنوان: یورپ میں ۴ کروڑ ۱۰ لاکھ لوگوں کو پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں: رپورٹ

۲ ماہرین کے ایک اندازے کے مطابق ملک میں ۷۵ فیصد پانی پینے کے لائق نہیں ہے۔ راشٹریہ سہارا، دہلی، ۲۹/ مارچ ۲۰۰۳ء خبر بعنوان: ملک میں ۷۵ فیصد پانی پینے کے لائق نہیں۔ اے ایم یو کے شعبۂ طبقات الارض کے زیر اہتمام سمینار میں ماہرین کا انکشاف۔ اس صورت میں یہ پانی دستیاب ہو بھی کیسے سکتا ہے۔

۳ تازہ جائزے کے مطابق ملک کے زیادہ تر حصے میں پانی کی سطح پانچ میٹر سے زائد کم ہوگئی ہے جب کہ دوسرے کچھ حصوں میں ۱۰ میٹر سے بھی زائد کی گراوٹ درج کی گئی ہے۔ اردو روز نامہ ہمارا سماج، دہلی، ۳۱/ جولائی ۲۰۰۸ء، خبر تحت عنوان: پانی کی قلت: رین واٹر ہاروسٹنگ سسٹم لگانے میں سرکار کی لاپرواہی۔ خود ہمارے صوبے اتر پردیش کے ۸۰ میں سے قریب ۴۰ اضلاع سطح آب کی گراوٹ کے شکار ہیں جس میں بدقسمتی سے ہمارے تعلق کے اعظم گڑھ اور علی گڑھ کے دونوں ضلع شامل ہیں۔ دوسرے جائزے کے مطابق دہلی اور

یوپی سمیت ملک کے سترہ صوبوں کا زیرزمین پانی آلودگی کا شکار ہے۔ یہی نہیں بلکہ گنگا جمنا کے علاوہ بھا کھڑا جیسے باندوں سمیت ڈل، نینی اور حسین ساگر جیسی جھیلوں کا پانی بھی آلودگی سے محفوظ نہیں رہ گیا ہے۔ ہندی روز نامہ دینک جاگرڑ، علی گڑھ، ۱۷/اکتوبر ۲۰۰۶ء۔ سب سے خراب حال پنجاب کا ہے جہاں مصنوعی کھاد اور کیڑے مار دواؤں کے استعمال کی کثرت سے وہاں پانی کی پہلی پوری سطح خراب ہوگئی ہے۔

۴؎ کافی پہلے اس کو T.V پر دیکھا تھا۔ مراد آباد کے قریب کے ایک گاؤں میں کسی باہری کمپنی کی طرف سے اسی طرح اپنے فضلے کو زیرزمین انڈیل دینے سے وہاں کی آبادی اندھے پن اور کینسر جسے مہلک امراض کی زد میں آکر وہاں سے بھاگنے کے لیے مجبور ہوگئی۔ اور وہ گاؤں ویرانی کی کگار پر آ گیا۔

۵؎ جمنا جس میں دہلی سے یومیہ ۳۲۹۶ ملین لیٹر گندگی ڈالی جاتی ہے، آگرہ سے پہلے بھی اس کا حال ہے کہ دہلی اور آگرہ کے ۲۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں کے سوا کوئی گاؤں ایسا نہیں تھا جس کے نل کا پانی پینے کے لائق ہو۔ ہمارا سماج دہلی، ۱۶/جون ۲۰۰۸ء، خبر تحت عنوان: دہلی سے جمنا میں یومیہ ۳۲۹۶ ملین لیٹر گندگی ڈالی جاتی ہے: ڈاکٹر منوج کمار۔ جب کہ دوسری مقدس ندی گنگا کا حال ہے کہ کوئی اور نہیں بلکہ ابھی تازہ تازہ کاونٹریوں کے ذریعہ اس کے تلوں پر ۶۵ ہزار کوئنٹل کوڑا چھوڑا گیا ہے۔ ہمارا سماج، دہلی، ۲/اگست ۲۰۰۸ء، خبر بہ عنوان: گنگا مزید آلودہ ہوتی جارہی ہے: رام دیو۔ تازہ اطلاع کے مطابق بغداد میں امریکی فوجوں کے ذریعہ پٹرو کیمیاوی مادے کے بے تحاشا استعمال اور ان کے فضلات کو دجلہ وفرات میں بہادیے جانے کے سبب اپنے پانی کی صحت بخشی اور اس کی شفافیت کے لیے ضرب المثل ان دونوں دریاؤں کا پانی بھی آلودہ اور ناقابل استعمال ہوگیا ہے۔ یہی پانی پائپ لائنوں کے ذریعہ عراقیوں کو سپلائی کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس وقت لاکھوں عراقی ہیضے کے خطرے سے دوچار ہیں۔ لیکن ظاہر ہے عراقیوں کی جان کی کیا قیمت اور ان کی صحت کی کیا اہمیت ہے البتہ وہاں پر قابض امریکی فوجیوں کو روکا جارہا ہے کہ وہ وہاں کا پانی استعمال نہ کریں اس لیے کہ وہ گندا ہوجانے کے باعث پینے کے لائق نہیں رہ گیا ہے۔

امریکی افواج کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دجلہ وفرات سے سپلائی کردہ اس پانی کو نہانے کے لیے تو استعمال کر سکتے ہیں البتہ پینے کے لیے وہ اسے استعمال نہ کریں۔ عربی ہفتہ روزہ المجتمع، الکویت، بحوالہ سہ روزہ دعوت، نئی دہلی، ۲۲/اگست ۲۰۰۸ء، تحت عنوان: برطانیہ کا قدیم کلیسا مسجد میں تبدیل۔

۶۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ کی روایت سے اللہ کے رسول ﷺ کی ایک طویل حدیث کا حصہ۔ اس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک موقع پر حدیبیہ کے مقام پر ہم لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی جب کہ اسی رات بارش ہو چکی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ کیا تم کو پتہ ہے کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے۔ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ کا جواب تھا کہ: **قال اصبح من عبادی مؤمن بی، و کافر بی، فاما من قال مطرنا بفضل اللہ ورحمته فذلک مومن بی کافر بالکوکب، واما من قال مطرنا بنوء کذا وکذا، فذلک کافر بی مومن بالکوکب**۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندوں میں سے کچھ نے تو صبح اس حال میں کی وہ میرے اوپر ایمان لانے والا تھا اور دوسرا وہ تھا جو میرا انکار کرنے والا تھا۔ تو جس شخص کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی رحمت کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ مجھ کو ماننے والا اور ستارے کا انکار کرنے والا ہے۔ اور جس شخص کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے اوپر بارش فلاں اور فلاں نکھتر کی وجہ سے ہوئی تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستارے کا ماننے والا ہے۔ موطا امام مالک: ۱/۱۵۳-۱۵۴۔ الاستمطار بالنجوم، مکتبہ تجاریہ کبریٰ (مصر)۔ مع ترجمہ تنویر الحوالک للسیوطی، نیز ملاحظہ ہو: صحیح البخاری: ابواب الاستسقاء، باب قول اللہ تعالیٰ: **وتجعلون رزقکم انکم تکذبون** : الواقعہ/۸۲۔ صحیح مسلم کتاب الایمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء۔ دونوں کتابیں مشمولہ موسوعۃ الکتب الستۃ، طبع جدید، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔

۷۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت سے صحیح بخاری کی اللہ کے رسول ﷺ کی مشہور حدیث

بحوالہ: ریاض الصالحین/۲۹۱، باب الورع وترک الشبہات، مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر، طبعہ اولیٰ ۱۳۵۷ھ، ۱۹۳۸ء

۸۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے نبی ﷺ کی تعلیم کردہ اس دعا کے الفاظ ہیں: اللھم اسقنا غیثا مغیثا مرینا مریعا نافعا غیر ضار عاجلا غیر آجل۔ اے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمارے اوپر عمدہ بارش برسایئے جو خوش انجام ہو اور جو زرخیزی اور شادابی لانے والی ہو۔ جو مفید ہو نقصان دہ نہ ہو۔ جو کچھ دیر کی ہو بالکل لگاتار اور مسلسل کی نہ ہو۔ سنن ابوداؤد، جلد ا، ابواب الاستسقاء، باب رفع الیدین فی الاستسقاء، بشیر حسین اینڈ سنز کلکتہ، نیز مسند احمد ۴/ ۲۳۸-۲۳۶، مطبعۃ میمنیۃ مصر، سنن بیہقی اور حاکم کی مستدرک میں بھی اس دعا کا ذکر ہے۔ بحوالہ: زادالمعاد فی ہدی خیر العباد: ۱/ ۴۵۸، موسسۃ الرسالہ بیروت، محقق ایڈیشن طبع ثامنہ ۱۴۰۵ھ- ۱۹۸۵ء، اسی موقع پر اس سلسلے کی نبی ﷺ کی دیگر دعاؤں کا بھی استقصاء ہے۔ حوالہ بالا صفحات ۴۵۷-۴۶۰

۹۔ نیز ملاحظہ ہو: رعد/۳

۱۰۔ تفسیر الجلالین/ ۶۰۹، دارالمعرفۃ بیروت، طبعہ اولیٰ ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء، تقدیم و مراجعت: الاستاد مروان سوار

۱۱۔ تفسیر الجلالین/ ۴۷۱، محولہ بالا

۱۲۔ قدوری میں ہر جگہ طاہر اور طہور ہے۔ المختصر للقدوری/ ۷، کتب خانہ رشیدیہ دہلی، عکس طبع مجتبائی دہلی ۱۹۱۵ء، ہدایہ میں البتہ طاہر اور طہور کے ساتھ طاہر اور مطہر کا بھی استعمال ہے۔ ہدایہ: ۱/ ۲۲-۲۳، کتب خانہ رشیدیہ دہلی، عکس طبع علیمی دہلی ۱۳۵۰ھ

۱۳۔ قدوری/ ۷؛ ہدایہ: ۱/ ۲۲، ۴، ۵۔ ہدایہ: ۱/ ۱۶، طبع مذکور

۱۴۔ جلالین میں اس کے یہی معنی بتائے ہیں۔ (مآء فراتا) عذبا۔ جلالین/ ۷۸۵، دارالمعرفۃ، بیروت، محولہ بالا

۱۵۔ روایتوں میں ہے کہ اپنے زمانہ خلافت میں بارش کی دعا کے لیے آپؓ لوگوں کو لے کر نکلے تو استسقاء کی نماز پڑھے بغیر صرف توبہ و استغفار کر کے واپس آ گئے۔ اس پر لوگوں نے سوال

کیا کہ آپؐ نے استسقاء کی نماز نہیں پڑھی۔ تو انھوں نے آیات بالا سے استدلال کرتے ہوئے اس مقصد سے استغفار کی کثرت کو اس کے لیے کافی خیال کیا۔ ملاحظہ ہو: مصنف عبدالرزاق ۳/۸۷، کتاب الصلاۃ، باب الاستسقاء، مطبعہ المکتب الاسلامی (بیروت)، طبع جدید ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء، نیز ملاحظہ ہو: تفسیر طبری: ۲۹/۵۱، طبع قدیم، مطبعہ میمنیہ، مصر۔ تفسیر ابن کثیر: ۴/۴۲۵، مکتبہ تجاریہ کبریٰ، مصر ۱۳۵۶ھ-۱۹۳۷ء۔ البتہ اس موقع پر مصنف عبدالرزاق اور تفسیر طبری میں سورۂ نوح کی آیت کریمہ کے ساتھ سورۂ ہود کی آیت بالا کی صراحت ہے۔ جب کہ تفسیر ابن کثیر میں صراحت صرف سورۂ نوح کی آیت کریمہ کی ہے۔ اس مضمون کی دیگر آیات کافی الجملہ حوالہ ہے: **فلم یزد علی الاستغفار وقرأة الآیات فی الاستغفار ومنها هذه الآیه: فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً**۔ الخ، تفسیر ابن کثیر، محولہ بالا۔ بارش کے حصول کے لیے حضرات فقہاء میں جو لوگ نماز کی طرح توبہ واستغفار کی کثرت کو بھی اس کے لیے کافی خیال کرتے ہیں جن میں سرفہرست نام حضرت حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے، اپنی اس رائے کے حق میں ان کا استدلال دوسری چیزوں کے علاوہ ان آیات کریمہ اور حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے اس طرز عمل سے بھی ہے: ہدایہ: ۱/۱۵۶، کتب خانہ رشیدیہ دہلی، بدایۃ المجتہد: ۱/۲۱۵، دار المعرفۃ بیروت، طبعہ سادسہ، ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء، المغنی لابن قدامہ: ۲/۴۳۱، ۴۳۶، مکتبۃ الجمہوریۃ العربیۃ، مصر

۱۶ تفسیر الجلالین/ ۷۵۷، طبع مذکور

۱۷ تفسیر الجلالین، حوالہ بالا

۱۸ جلالین، حوالہ سابق

۱۹ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت جس میں نبی ﷺ نے ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الطہارۃ وسننہا، باب ماجاء فی القصد فی الوضوء وکراہیۃ التعدی فیہ، ایم بشیر حسن اینڈ سنز کلکتہ، نیز ملاحظہ ہو: مسند احمد ۲/۲۲۱، میمنیہ، مصر

☆☆☆